مولانا محمد منظور نعمانی

حضرت مولانا شبیر احمد عثمانیؒ کی سوانح علمی کا ایک ورق

مکہ مکرمہ کی تاریخی مؤتمر (۱۳۴۴ھ) میں خطابات اور علمی افادات

راقم سطور دارالعلوم دیوبند میں ایک طالب علم کی حیثیت سے شوال ۱۳۴۳ھ میں داخل ہوا تھا۔ اس سے چند ہی مہینے پہلے نجد کے سلطان عبدالعزیز ابن سعود نے اس وقت کے والیِ حجاز شریف حسینؒ کو شکست دے کر حرمین شریفین اور پورے حجاز مقدس پر اقتدار حاصل کر لیا تھا اور اپنے مسلک کے مطابق کچھ شرعی منکرات کو ختم کرنے کے لئے سخت اقدامات کئے تھے۔ اس سلسلہ میں مکہ معظمہ کے قبرستان جنت المعلیٰ اور مدینہ منورہ کی جنت البقیع میں امہات المومنین، اہلبیت اور بعض صحابہ کرام کی قبروں پر بنے ہوئے قبے بھی گرا کر ختم کر دئے تھے جس کی وجہ سے مختلف ملکوں کے مسلمانوں کے بعض طبقات میں سلطان اور اس کی حکومت کے خلاف سخت ناراضی اور ہیجان کی کیفیت پیدا ہو گئی تھی اور ہندوستان میں تو شیعہ حضرات اور قبوری اہل بدعت کا ایک متحدہ محاذ قائم ہو گیا تھا۔ اور زور شور سے یہ تحریک اور جد و جہد بھی اس کی طرف سے شروع ہو گئی تھی کہ جب تک حرمین شریفین پر ان نجدی وہابیوں کا قبضہ ہے مسلمان حج کو نہ جائیں۔ بعض اخبارات اس تحریک کے گویا آرگن تھے۔ ان کے مضامین و مقالات کے علاوہ اس موضوع پر مستقل رسالے بھی لکھے گئے۔

ان حالات اور فضا میں سلطان عبدالعزیز نے ۱۳۴۴ھ کے حج کے موقع پر ایک مؤتمر منعقد کرنے کا فیصلہ کیا اور مختلف ممالک کے مشاہیر علما و زعما اور اہم دینی جماعتوں کو اس کے لئے دعوت دی۔ وہ چاہتے تھے

ؒ یہ شریف حسین سلطنت عثمانیہ (ترکی) کی طرف سے حجاز کے گورنر تھے۔ پہلی جنگ عظیم کے دوران انگریزوں کی سازش سے غداری اور بغاوت کرکے حجاز مقدس کے فرماں روا بن گئے تھے۔

کہ عالم اسلام کے ان نمائندوں کے سامنے اپنے مسلک و موقف اور اپنی حکومت کی پالیسی کی وضاحت کریں۔ اور ان کے مشوروں سے فائدہ بھی اٹھائیں۔

ہندوستان میں اس وقت مسلمانوں کی دو ہی اہم جماعتیں تھیں ایک " مرکزی خلافت کمیٹی " (بمبئی) اور دوسری " جمعیۃ العلمائے ہند " (دہلی) شاہ ابن سعود کی طرف سے ان دونوں کو دعوت دی گئی اور دونوں کے وفود نے شرکت کی۔ خلافت کمیٹی کے وفد کے سربراہ مولانا سید سلیمان ندوی تھے۔ ان کے علاوہ مولانا محمد علی اور مولانا شوکت علی بھی تھے۔ جمعیۃ کے وفد کے سربراہ حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ تھے۔ ان کے علاوہ حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی۔ مولانا احمد سعید صاحب اور مولانا عبدالحلیم صدیقی بھی تھے۔

اس سفر سے واپسی میں حضرت مولانا عثمانی مریض ہوگئے۔ راقم سطور اس وقت دارالعلوم دیوبند میں دورۂ حدیث کا طالب علم تھا۔ اچھی طرح یاد ہے کہ مولانا جب دیوبند پہنچے تو بیماری کے اثر سے بہت ہی نحیف و نزار تھے۔ کچھ دن بعد جب اس لائق ہوگئے کہ تقریر فرما سکیں تو ایک روز سفر اور موتمر کے کوائف و مباحث سے متعلق دارالعلوم میں تقریر فرمائی۔ جس کے کچھ اجزاء اس عاجز کو اب تک یاد ہیں۔ جی چاہتا تھا کہ وہ باتیں اور علمی تحقیقات کہیں محفوظ اور منضبط ہوتیں۔ جو حضرت مولانا نے اس تقریر میں بیان فرمائی تھیں۔ لیکن بظاہر اس کا کوئی امکان نہ تھا اس لئے دل کی یہ چاہت حسرت ہی بن کے رہ گئی۔

حسن اتفاق سے دارالعلوم دیوبند کے اپنے ایک رفیق درس مولانا انوار الحسن شیرکوٹی (ثم پاکستانی) کی لکھی ہوئی حضرت مولانا عثمانی کی سوانح حیات " تجلیات عثمانی " مطالعہ میں آئی۔ اس سے معلوم ہوا کہ حضرت مولانا نے حجاز پاک کے اس سفر میں جو موتمر میں شرکت کے لئے گیا تھا ڈائری لکھنے کا اہتمام فرمایا تھا۔ اور خود مولانا کے قلم سے لکھی ہوئی وہ ڈائری ان کے برادر حقیقی بابو فضل حق عثمانی صاحب کے پاس محفوظ تھی۔ وہ انہوں نے مولانا انوار الحسن صاحب کو عنایت فرمائی۔ تاکہ " تجلیات عثمانی " کی تالیف میں وہ اس سے استفادہ کرسکیں۔

اس ڈائری میں حضرت مولانا نے سلطان ابن سعود کی مجالس اور موتمر کے اجلاسوں میں کی گئی اپنی تقریروں کے بنیادی مضامین خاص طور سے قلم بند فرمائے۔

مولانا شیرکوٹی نے اس کے وہ تمام حصے " تجلیات عثمانی " میں محفوظ کر دئے جن کا حق تھا کہ وہ محفوظ ہوں اور اہل علم تک پہنچیں۔

" تجلیات عثمانی " چونکہ پاکستان میں لکھی گئی اور وہیں چھپی اس لئے یہ عاجز بھی مدت تک اس سے بے خبر رہا۔ اب سے کچھ ہی پہلے اس کے مطالعہ کا موقع ملا۔ اسی سے اخذ کر کے حضرت مولانا عثمانی کی اس خود نوشت ڈائری کے اہم اقتباسات پیش کئے جا رہے ہیں۔ امید ہے کہ خاص کر حضرات اہل علم اس کو قابل قدر تحفہ سمجھ کر قبول

فرمائیں گے اور اس کے مطالعہ سے محفوظ و مستفید ہوں گے۔

اس تمہید کے بعد ناظرین کرام حضرت مولانا کی ڈائری کے اقتباسات ملاحظہ فرمائیے۔

(مطالعہ کے وقت یہ ملحوظ رہے کہ حضرت مولانا نے یہ ڈائری صرف یادداشت کے طور پر لکھی تھی۔ اس لئے بہت سی جگہ صرف اشارات کئے گئے ہیں جن کو اہل علم ہی سمجھ سکیں گے۔ اور اسی وجہ سے شخصیتوں کے اکثر نام ہی لکھنے پر اکتفا کیا گیا ہے۔ اگر اشاعت کی نیت سے تحریر فرماتے تو یہ انداز نہ ہوتا)

سلطان ابن سعود سے پہلی ملاقات اور گفتگو | ۱۴ رذی الحجہ کو سید رشید رضا[1] مصری ہمارے ہاں بغرض ملاقات آئے اور ساڑھے تین بجے عربی ٹائم سے دونوں وفدوں کو موٹروں پر سوار کر کے امیر ابن سعود کے پاس لے گئے۔ امیر کے نمائندوں نے دروازہ پر استقبال کیا۔ امیر ابن سعود نے سب سے پہلے کھڑے ہو کر مصافحہ کیا۔ اور دعائیہ کلمات کہتے رہے۔ پھر رسمی الفاظ شکریہ وغیرہ کے کئے۔ پھر سید سلیمان صاحب نے تقریر کی جس میں زیادہ تر زور اس پر تھا کہ ہم عرب سے اجانب اغیار کا اثر ہٹانا چاہتے ہیں۔

درمیان میں شوکت علی محمد علی صاحبان کی کچھ ترجمانی کرتے رہے۔

بعدہٗ مولوی عبدالحلیم صدیقی نے کچھ تقریر کی۔ بعدہٗ بندہ نے ایک مبسوط تقریر کی جس میں ان کے مکارم اخلاق اور اکرام ضیف (مہمان نوازی) کو بیان کر کے اپنی جماعت، دیوبند اور اپنے مسلک اور مشغلہ کی پوری بصیرت کے ساتھ تصریح کر کے کتاب اللہ اور سنّت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اتباع پر زور دیا اور اس پر کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ میں ہر چیز ہے۔ اور یہ کتاب وسنّت کا استعمال اور سنن کے مظان و محال (مواقع) رائے واجتہاد کی محتاج ہے۔

ایک طرف زینب سے نکاح ہے اور دوسری طرف لولا حدثان قومك بالجاهلية (الحدیث)
ایک طرف جاهد الكفار و المنافقين و اغلظ عليهم (کفار اور منافقین سے جہاد کیجئے اور ان سے سختی کیجئے) دوسری طرف فبما رحمة من الله لنت لهم (اللہ کی رحمت سے آپ ان کے لئے نرم ہو گئے) اور قصہ جنازہ عبداللہ بن ابی کا ــــ تو تغلیظ اور لین (سختی اور نرمی) کے محال (مواقع) سمجھنے میں غلطی ہو جاتی ہے ــــ اختلاف بہت سے ہیں۔ اختلاف بین الایمان و الکفر۔ اختلاف بین النفاق والاخلاص ــــ اختلاف بین السنۃ والبدعۃ اختلاف بین الطاعۃ۔ اختلاف بین فروع الاحکام، وہذا ہو الذی ہو رحمۃ للامۃ ــــ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

---

[1] یہ سید رشید رضا مرحوم مصر کے مشہور و ممتاز صاحب علم و قلم اور اس دور کے موقر جریدے "المنار" کے ایڈیٹر تھے۔ سلطان ابن سعود کے معتمد اور ان کے اور ان کی حکومت کے خاص موئدین میں تھے۔

کا معاملہ ہر صنف کے ساتھ جدا گانہ تھا۔

باوجودیکہ واغلظ علیہم کے آپ مخاطب تھے لیکن خشیۃ ان یقول الناس ان محمداً یقتل اصحابہ بھی موجود ہے۔

اختلاف فروع مثلاً رفع یدین، قرأت فاتحہ، تامین بالجہر۔ صحابہ، تابعین خیرالقرون اور ائمہ مجتہدین میں رہا ہم ان چیزوں میں رواداری برتتے ہیں۔

بعدہ امیر (ابن سعود) نے تقریر کی جس میں یہ تھا کہ اختلاف فروع اور ائمہ اربعہ کے اختلافات میں ہم شدت نہیں کرتے۔ لیکن اصل توحید جس کی دعوت تمام انبیاء دیتے چلے آئے اور تمسک بالکتاب والسنہ سے کوئی چیز ہم کو الگ نہیں کر سکتی۔ خواہ دنیا راضی ہو یا ناراض۔ یہود و نصاریٰ مشرکین کو ہم کیوں کافر کہتے ہیں۔ کہ وہ غیر اللہ کی پرستش کرتے ہیں۔ لیکن یہ بھی کہتے ہیں کہ ما نعبدھم الا لیقربونا الی اللہ زلفی اور انا وجدنا اباءنا علی امۃ و انا علی اثارھم مقتدون۔ غرض اشارہ کئے عبّاد قبور (قبر پرستوں) کی طرف۔

اس پر میں نے بھی تقریر کی اور کہا

کوئی شبہ نہیں کہ حضرت آدم علیہ السلام سے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم تک سب نے توحید کی تعلیم دی۔ شرک کو روکا "ان لا تعبدوا الا ایاہ" کہا جس سے مراد توحید عبادت ہے لیکن کلام عبادت کے معنی میں ہے۔ مثلاً ہر سجود لغیر اللہ ضروری نہیں کہ عبادت غیر اللہ کے تحت میں آئے۔ یہ جداگانہ چیز ہے لیکن اگر (ہر سجود) سجود صنم اور سجود صلیب کی طرح شرک جلی و اکبر تھا اور عبادت غیر اللہ (تو) ازلاً و ابداً کسی امت اور کسی نبی کے لئے ایک لمحہ کے لئے جائز نہیں ہو سکتا۔ حالانکہ وہ منصوص ہے۔ بعض مفسرین اس کو انحنا کے معنی میں لیتے ہیں اور بہت سے "وضع جبہہ علی الارض" کے باوجودیکہ کسی ایک عالم کو بھی یہ خیال نہیں ہوا کہ کسی زمانہ میں شرک مباح تھا۔

سجود صنم و صلیب صرف سجود لغیر اللہ ہونے کی وجہ سے نہیں بلکہ شعائر خاصہ اقوام کفار ہونے کی وجہ سے کفر قرار دئے گئے ہیں۔ آپ ساجد قبر کو تادیب و تعزیر کریں (سزا دیں) لیکن آپ ان کے دم اور مال کو عبّاد اصنام (بت پرستوں) کی طرح مباح نہیں کر سکتے۔ جس شخص کے ہاتھ میں خدا نے زمام حکومت دی ہے خصوصاً اس بقعۂ مبارکہ کی اس کے لئے بڑی احتیاط کی ضرورت ہے۔ ہم امید کرتے ہیں کہ ٹھنڈے دل سے ہماری معروضات پر غور کیا جائے گا اور مزید گذارش کے واسطے بھی جب آپ موقع دیں گے حاضر ہیں۔

(خود نوشت ڈائری مولانا عثمانی صـ ۱۰ تا ۲۳ - تجلیات عثمانی صـ ۳۶۹ تا ۳۷۱)

سلطان ابن سعود سے پہلی ملاقات کے موقع پران کی مجلس میں حضرت مولانا عثمانی نے عربی زبان میں جو تقریر فرمائی تھی اس کے یہ صرف بنیادی نکات اور وہ بھی صرف اشاروں میں قلم بند کئے گئے ہیں۔

ہمارا خیال ہے کہ بہت سے ناظرین ان علمی مباحث اور نکات کو غالباً سمجھ نہیں سکیں گے۔ اس لئے ہم تقریر کے خاص نکات کا حاصل اور خلاصہ ذیل میں عرض کرتے ہیں۔

حضرت مولانا نے اس تقریر میں دو اہم موضوعات پر کلام کیا ہے۔ اول یہ کہ کتاب و سنّت کے نصوص اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ میں بعض ایسی باتیں بھی ہیں۔ جو ظاہری نظر میں باہم متضاد اور ان کے تقاضے مختلف ہیں۔ ایسے مواقع پر اجتہاد اور غور و فکر سے یہ متعین کرنے کی ضرورت ہوتی ہے کہ ان میں سے کس نص کے تقاضے پر اور اسوۂ حسنہ کے کس پہلو پر کہاں عمل کیا جائے گا۔ اور یہ آسان نہیں ہے۔ اس میں لوگوں سے غلطیاں ہوتی ہیں ۔ مثلاً قرآن مجید میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کر کے ارشاد فرمایا گیا ہے :-

یا ایها النبی جاهد الکفار و المنافقین و اغلظ علیهم اس میں آپ کو حکم دیا گیا ہے کہ کفار کی طرح منافقین کے ساتھ بھی سختی کا معاملہ کریں۔ ان کے ساتھ نرمی نہ برتیں۔ لیکن دوسری جگہ ارشاد فرمایا گیا ہے فبما رحمة من الله لنت لهم جس کا مطلب یہ ہے کہ یہ اللہ کی نعمت اور رحمت ہے کہ آپ ان کے حق میں نرم ہو گئے۔ اگر آپ ان کے حق میں نرم ہو گئے۔ اگر آپ ان کے ساتھ سختی اور درشتی کا رویہ اختیار کرتے تو یہ قریب نہ آتے، دور بھاگتے (اور پھر فیض صحبت اور ہدایت سے ہمیشہ کے لئے محروم ہو جاتے) بظاہر دونوں آیتوں کے تقاضے مختلف ہیں۔ اب یہ بات اجتہاد اور غور و فکر سے سمجھی جا سکے گی کہ کس تقاضے پر کہاں عمل ہو گا۔

اسی طرح آپ کی سنت اور اسوۂ حسنہ میں ہمیں ملتا ہے کہ جب بعض صحابہ نے یہ عرض کیا کہ یہ منافقین جو مار آستین ہیں ان کو قتل کرا دیا جائے۔ تو آپ نے اس کو قبول نہیں فرمایا بلکہ ارشاد فرمایا کہ لوگ کہیں گے کہ یہ محمد تو اپنے ساتھ والوں کو بھی قتل کراتے ہیں۔ خشیة ان یقول الناس ان محمداً یقتل اصحابه اسی طرح رئیس المنافقین عبداللہ بن اُبی کی نماز جنازہ آپ نے پڑھائی۔ حالانکہ یہ دونوں بظاہر جاهد الکفار والمنافقین واغلظ علیهم کے حکم کے خلاف ہیں۔ ہاں فبما رحمة من الله لنت لهم کے تقاضے کے مطابق ہیں۔ بہر حال ایسے مواقع پر اس فیصلے کے لئے بڑے تفقہ اور مجتہدانہ نظر کی ضرورت ہوتی ہے کہ کس نص کے تقاضے پر کہاں عمل کیا جائے گا۔ اور کس طرح عمل کیا جائے گا۔

اسی کی ایک دوسری مثال آپ کے اسوۂ حسنہ میں یہ نظر آتی ہے کہ آپ کے زمانہ کی خانہ کعبہ کی عمارت جو بنائے ابراہیمی کے مطابق نہیں تھی۔ آپ کی خواہش تھی کہ اس کی جگہ بنائے ابراہیمی کے مطابق تعمیر ہو جائے۔

اور فتح مکہ کے بعد آپ کے لیے اس میں کوئی رکاوٹ نہ تھی۔ آپ موجودہ عمارت کو ختم کر کے بنائے ابراہیمی کے مطابق نئی تعمیر کرا سکتے تھے لیکن آپ نے ایسا نہیں کیا۔ اور اس کی وجہ یہ بیان فرمائی کہ قریش مکہ ابھی نئے نئے اسلام لائے ہیں ان کی تعلیم و تربیت نہیں ہوئی۔ مطلب یہ تھا کہ شیطان ان کے دل میں برے برے خیالات اور وسوسے ڈال سکتا ہے۔ اور ان کو فتنہ میں مبتلا کر سکتا ہے۔ بہرحال نو مسلم اہل مکہ کے جذبات کا لحاظ کر کے آپ نے یہ کام نہیں کیا۔ جس کی آپ کو خواہش تھی۔ اور بلاشبہ اس کی اہمیت بھی تھی۔

لیکن اپنے متبنّٰی زید بن حارثہ کی مطلقہ بیوی حضرت زینب سے نکاح کے معاملہ میں اس کے برعکس رویہ اختیار فرمایا۔ وہاں اس کا بالکل لحاظ نہیں فرمایا۔ کہ دنیا کیا کہے گی اور لوگوں پر اس کا کیا اثر پڑے گا۔ اب یہ تفقہ کی بات ہے کہ حضورؐ کے ان دونوں رویوں میں سے کس موقع پر کونسا رویہ اختیار کیا جائے۔

"سجدہ عبادت" اور "سجدہ تحیہ" کی بحث دوسرا موضوع جس پر حضرت مولانا عثمانی نے اس مجلس میں سلطان کی تقریر کے بعد دوبارہ تقریر فرمائی وہ سجدہ عبادت اور سجدہ تحیہ کے فرق کا موضوع ہے۔

علمائے نجد کا مسلک و موقف یہ ہے کہ جو لوگ بزرگان دین کی قبروں وغیرہ کو سجدہ کرتے ہیں۔ وہ بت پرستوں ہی کی طرح مشرک و کافر ہیں۔ سلطان نے اپنی تقریر میں اس طرف اشارہ بھی کیا تھا۔

حضرت مولانا نے اس کے بعد جو تقریر فرمائی اس کا حاصل اور خلاصہ یہ ہے کہ اگر کوئی شخص قبر کو یا کسی بھی غیر اللہ کو "سجدہ عبادت" کرے تو بے شک وہ بت پرستوں کی طرح مشرک و کافر ہے۔ لیکن یہ ضروری نہیں کہ ہر سجدہ "سجدہ عبادت" ہی ہو جو شرک حقیقی اور جلی ہے۔ بلکہ "سجدہ تحیہ" بھی ہو سکتا ہے۔ (جس کا مقصد دوسرے کی عظمت و بالاتری کا اعتراف و اظہار ہوتا ہے) وہ شرک جلی اور شرک اکبر کے حکم میں نہیں ہے۔ ہاں ہماری شریعت میں ناجائز اور گناہ ہے۔ اس کے مرتکب کو سزا دی جا سکتی ہے۔ لیکن اس کو مشرک اور مباح الدم قرار دینا صحیح نہ ہوگا۔ قرآن مجید میں حضرت آدم کو فرشتوں کے سجدہ کرنے اور حضرت یوسف کو ان کے بھائیوں کے سجدہ کرنے کا ذکر ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ "سجدہ عبادت" نہیں تھا وہ تو شرک ہے۔ اور شرک کسی زمانے اور کسی شریعت میں جائز نہیں ہو سکتا۔ ہاں اس کو "سجدہ تحیہ" کہا جا سکتا ہے۔ اور علما مفسرین نے کہا ہے ـــ اگرچہ بعض مفسرین نے اس سجدہ سے انحنا (جھکنا) بھی مراد لیا ہے۔ لیکن اکثر نے اس سے معروف سجدہ ہی مراد لیا ہے۔ اور اس کو "سجدہ تحیہ" قرار دیا ہے۔ بہرحال اگر کوئی شخص کسی بھی غیر اللہ کو سجدہ تحیہ کرتا ہے تو وہ ہماری شریعت کے لحاظ سے گنہگار تو ہوگا۔ اور اسے سزا دی جا سکتی ہے لیکن مشرک و کافر اور مباح الدم قرار نہیں دیا جا سکتا۔

تنبیہ:۔ ملحوظ رہے کہ حضرت مولانا عثمانی کی اس تقریر کا مقصد قبروں کو سجدہ کرنے والوں کی وکالت و حمایت کرنا نہیں تھا بلکہ مولانا نے اس پر زور دیا ہے کہ سجدہ عبادت اور سجدہ تحیہ کے فرق کو سمجھا جائے۔

اور ملحوظ رکھا جائے۔ ورنہ قبر وغیرہ کو سجدۂ تحیہ کے بارے میں ہمارے اکابر علمائے دیوبند کا یہ مسلک و موقف معلوم و معروف ہے۔ کہ وہ اسے قطعاً حرام سمجھتے ہیں۔ بلکہ اس مسئلہ میں علمائے بریلی کا موقف بھی یہی ہے۔ خاص اسی مسئلہ پر مولانا احمد رضا خان صاحب بریلوی کا ایک مستقل رسالہ ہے۔" الزبدۃ الزکیہ فی تحریم سجود التحیہ" اس میں "سجدۂ تحیہ" کے ناجائز و حرام ہونے پر بہت مفصل اور مدلل بحث کی ہے۔

حضرت مولانا عثمانی نے اپنی مندرجہ بالا تقریر درج کرنے کے بعد سلطان ابن سعود کا تاثر ان الفاظ میں قلم بند فرمایا ہے:۔

امیر (ابن سعود) نے کہا کہ میں آپ کا ممنون ہوں۔ آپ کے خیالات اور بیان میں بہت رفعت اور علو ہے اور دقیق مسائل پر مشتمل ہے۔ لہٰذا میں ان تفاصیل کا جواب نہیں دے سکتا۔ اس کا جواب علماء بہتر دے سکیں گے۔ انہی سے یہ مسائل طے ہو سکتے ہیں۔ (ڈائری ص ۲۴۔ تجلیات عثمانی ص ۳۷۳)

اس کے آگے تجلیات عثمانی میں سلطان ابن سعود سے ایک اور ملاقات کا ذکر ہے اور اس میں حضرت مولانا کی ایک مختصر تقریر ڈائری سے نقل کی گئی ہے۔ لکھا ہے کہ ۲۵ ذیقعدہ کو سلطان نے جمعیۃ کے وفد کو دوپہر کے کھانے پر مدعو کیا اس موقعہ پر بھی حضرت مولانا نے تقریر فرمائی جس کا ماحصل خلاصہ ڈائری میں ان الفاظ میں درج کیا گیا ہے۔

آپ کے مکہ میں داخل ہونے سے پہلے (یعنی مکہ مکرمہ اور حجاز مقدس پر اقتدار حاصل کرنے سے پہلے) آپ کی نسبت یعنی شعب نجدین کے متعلق ہندوستان میں بہت سے خیالات تھے۔ اگرچہ ہم ہمیشہ سے حافظ ابن تیمیہ اور ابن قیم کی کتابوں کا مطالعہ کرتے رہے ہیں۔ ان سے مستفید بھی ہوئے ہیں اور بعض تفردات وغیرہ میں ان پر انتقاد بھی کرتے رہے ہیں۔ لیکن خاص طائفہ نجدیہ کا حال ہم کو محقق نہ تھا۔ چند روز ہوئے ہم نے دو کتابیں آپ کی پڑھیں۔" الہدیۃ السنیہ۔ اور مجموعۃ التوحید" ان کے مطالعہ سے بہت سی چیزیں جو آپ کی طرف منسوب ہو رہی تھیں ان کا افترا ہونا ثابت ہوا۔ پھر بھی چند مسائل میں اختلاف رہا۔ بعض میں قریب قریب لفظی کے ہے۔ ہاں سخت اختلاف ان لوگوں کی تکفیر میں ہے جو قبر پر سجدہ کرتے ہیں۔ یا اس پر چراغ جلاتے ہیں یا غلاف چڑھاتے ہیں۔ ہم ان امور کو بدعت اور منکر سمجھتے ہیں اور ہمیشہ مبتدعین سے جہاد بالقلم واللسان کرتے ہیں۔ لیکن عبّاد الاوثان (بت پرستوں) اور یہود و نصاریٰ کی طرح مباح الدم والمال نہیں سمجھتے جس کا ذکر میں پہلی ملاقات میں آپ سے تفصیلاً کر چکا ہوں۔ اور آئندہ اگر وقت نے مساعدت کی اور خدا نے توفیق بخشی تو شیخ عبداللہ بن بلیہد وغیرہ سے اس پر مفصل کلام کیا جائے گا۔ (ڈائری ص ۲۵۔ تجلیات عثمانی ص ۳۷۵)

اس تقریر میں حضرت مولانا عثمانی نے اس حقیقت کا اعتراف و اظہار فرمایا ہے کہ ہم لوگ آپ کی جماعت (یعنی شیخ محمد بن عبدالوہاب نجدی کے متبعین اہل نجد) کے مسلک اور افکار و نظریات سے واقف نہیں تھے چند ہی روز پہلے آپ کے حلقہ کی یہ دو کتابیں (الھدیۃ السنیۃ اور مجموعۃ التوحید) ہمارے مطالعہ میں آئیں۔ ان سے معلوم ہوا کہ آپ کی جماعت کے عقائد و احوال کے بارے میں جو باتیں لکھی اور مشہور کی گئی ہیں ان میں بہت سی سراسر افترا و بہتان ہیں۔

تاہم کچھ مسائل ایسے ہیں جن میں ہمارے اور آپ کی جماعت کے درمیان اختلاف رائے ہے۔ لیکن یہ اختلاف زیادہ تر معمولی اور نزاع لفظی کے درجہ کا ہے۔ البتہ قبروں کے سجدہ وغیرہ کرنے والے مبتدعین کی تکفیر کے مسئلہ میں اصولی اور حقیقی اختلاف ہے۔ جیسا کہ پہلی ایک صحبت میں تفصیل سے میں بیان کر چکا ہوں اور اگر موقع ملا تو کسی وقت اس مسئلہ پر شیخ عبداللہ بن بلیہدؒ وغیرہ آپ کی جماعت کے اکابر علماء و مشائخ سے بھی گفتگو کروں گا۔

اس کے بعد حضرت مولانا نے خود نوشت ڈائری میں اپنی اس تقریر کا حاصل درج فرمایا ہے جو قبوں کے گرائے جانے اور آثار متبرک کے ختم کر دیے جانے کے موضوع پر آپ نے وہاں کی تھی۔

ہدم قباب کا مسئلہ اور آثار متبرکہ کی شرعی حیثیت | ہم بناعلی القبر (قبروں پر قبے وغیرہ بنانے) کو ناجائز سمجھتے ہیں۔ ہم نے فتوے دیے ہیں بحثیں کی ہیں۔ لیکن ہدم قباب (قبوں کے منہدم کرنے میں) ضرورت تھی کہ بہت تانی (آہستہ روی) اور حکمت سے کام لیا جاتا۔

جب ولید بن عبدالملک نے عمر بن عبدالعزیزؒ کو (جب کہ وہ ولید کی طرف سے مدینہ کے حاکم تھے) حکم دیا کہ حجرات ازواج النبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ہدم کر کے مسجد نبوی کی توسیع کریں تو انہوں نے ہدم کا حکم دیا۔ حتٰی کہ تینوں قبریں جو حضرت عائشہ صدیقہؓ کے حجرے میں تھیں کھل گئیں۔ اس وقت عمر بن عبدالعزیزؒ اس قدر روتے ہوئے کبھی نہ دیکھے گئے تھے حالاں کہ خود ہی ہدم کا حکم دیا تھا۔ پھر نہ صرف قبر نبی علیہ السلام پر بلکہ تینوں قبروں پر بنا کرائی۔ (یعنی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا جو حجرہ ہدم کرا دیا تھا اس کی جگہ پھر سے تعمیر کرائی)

میری غرض اس وقت تجویز بنا (یعنی قبروں پر قبوں وغیرہ کی تعمیر کو جائز قرار دینا) نہیں ہے بلکہ یہ بتانا ہے کہ قبور اعاظم و اکابر کے ساتھ ہدم وغیرہ کا معاملہ ایسا ہے جس کو قلوب میں تاثیر اور دخل ہے۔ مقابر (قبروں) کے معاملے میں میں زائد نہیں کہنا چاہتا۔ شیخ (مفتی) کفایت اللہ مجھ سے پہلے کہہ چکے ہیں۔ البتہ آثار (متبرک مقامات) کے متعلق میں کہوں گا کہ حدیث اسرائیں (واقعہ معراج کی روایت میں) حافظ ابن حجر عسقلانی نے نقل کیا ہے کہ آپ کو (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو) جبرئیلؑ نے چار جگہ اتارا اور نماز پڑھوائی اور بتایا کہ یہ یثرب یا طیبہ ہے والیہ مہاجرہ (اس کی طرف ہجرت ہوگی) یہ طور سینا ہے۔ حیث کلم اللہ موسٰی تکلیما (جہاں اللہ تعالیٰ نے موسٰی علیہ السلام سے کلام فرمایا تھا) یہ مدین ہے

حیث ورود موسیٰ وسکن شعیب (جہاں موسیٰ علیہ السلام پہنچے تھے اور شعیب علیہ السلام کا جو مسکن تھا۔ یہ بیت اللحم ہے۔ حیث ولد المسیح علیہ السلام (جہاں حضرت مسیح پیدا ہوتے تھے) پس اگر طور پر آپ سے اس لئے نماز پڑھوائی گئی کہ وہاں حق تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام سے کلام کیا تھا۔ تو جبل النور پر جانے اور نماز پڑھنے سے ہم کیوں روکے جائیں۔ جہاں اللہ کا کلام لے کر جبرئیل علیہ السلام حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے۔ جب مولد مسیح (حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی جائے پیدائش بیت اللحم) پر حضور سے دو رکعتیں پڑھوائی گئیں تو کیا غضب ہے کہ امت محمدیہ مولد النبی (نبی کریم کی جائے پیدائش) میں دو رکعت نہ پڑھ سکے۔ مدین میں حضرت شعیب علیہ السلام رہتے تھے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کچھ عرصہ ٹھہرے تھے۔ پھر مسکن خدیجہؓ جہاں حضور ۲۸ برس رہے اور جس کو طبرانی نے انفس البقاع بعد المسجد الحرام فی مکۃ مکہ مکرمہ میں مسجد الحرام کے بعد سب سے افضل مقام لکھا ہے کیوں اس قابل نہیں کہ وہاں دو رکعت پڑھ لی جائیں یا جبل ثور جہاں آپ تین دن مخفی (چھپے) رہے اس پر نماز کیوں نہ پڑھی جائے۔

یہ حدیث تبرک بآثار الصالحین میں اصل اصیل ہے — پھر (میں نے) قصہ عتبان بن مالک اور حدیبیہ کا ذکر کیا جس میں نخامہ (بلغم) اور ماء وضو (وضو کے پانی) وغیرہ کا متبرک ہونا مذکور ہے۔ پھر عبداللہ بن عمرؓ کی بخاری والی حدیث ذکر کی پھر کہا ہم جانتے ہیں کہ ابن سعود نے لکھا ہے کہ حضرت عمرؓ نے شجرۃ الرضوان کو کٹوا ڈالا تھا (اس کا واقعہ یہ ہے کہ حضرت عمرؓ کے علم میں آیا کہ بعض لوگ وادی حدیبیہ کے اس درخت کے پاس جا کر نمازیں پڑھتے ہیں جس کے نیچے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرامؓ سے واقعہ حدیبیہ میں بیعت لی تھی (جس کا ذکر قرآن مجید میں بھی ہے) تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس درخت ہی کو کٹوا دیا کہ خدانخواستہ آئندہ کسی زمانہ میں جاہل لوگ اس درخت کی پرستش نہ کرنے لگیں۔) لیکن یہ صرف مصلحت تھی قطعی ذرائع شرک اور حسم مادۂ شرک کے لئے اگرچہ یہ مصلحت اب بھی موجود ہے۔ لیکن دوسری طرف آج مسلمانوں کے ائتلاف قلوب (دلوں کے جوڑنے) کی مصلحت ہے۔ اور ان کو ان بلاد مقدسہ کی طرف سے اور اس حکومت کی طرف سے جو یہاں حکومت کرے نفور (متنفر اور مخالف) ہونے سے بچانا ہے۔ اور تشتت وتفرق کو کم کرنا ہے دونوں مصالح کا موازنہ آپ خود کر سکتے ہیں۔ بہرحال کلام اب اصل مسئلہ میں نہیں بلکہ مصالح کے توازن میں ہے اس میں پوری احتیاط کرنی چاہئے۔ آپ بدعات ومنکرات سے لوگوں کو روکیں، نصیحت کریں، تادیب کریں۔ لیکن اصل چیز کو محو نہ کریں۔

وایاکم والغلو فی الدین فان الغلو فی الدین قد اهلك من كان قبلكم او كما قال، وقال الله تعالیٰ یا اهل الکتاب لا تغلوا فی دینکم ولا تقولوا علی الله الا الحق فیسروا ولا تعسروا وبشروا ولا تنفروا وکونوا عباد الله اخوانا ہ ڈائری صفحہ ۱۴۱ تا ۱۵۰ تجلیات عثمانی صفحہ ۳۷۵ تا ۳۷۷

غلاف کعبہ کے بارے میں بحث | حضرت مولانا عثمانیؒ نے موتمر کی کارروائی کے سلسلہ میں کسوۃ کعبہ (غلاف کعبہ) سے

متعلق ایک بحث کا بھی ذکر کیا ہے۔ یہ بحث موتمر کی ایک کمیٹی "لجنۃ الاقتراحات" (موتمر کے لئے ریزولیوشن تیار کرنے والی کمیٹی) میں ہوئی تھی۔ ڈائری میں مولانا تحریر فرماتے ہیں۔

۴ رذی الحجہ ۱۳۴۴ھ - ۱۹۲۶ء کو "لجنۃ الاقتراحات" میں کسوۂ کعبہ (غلافِ کعبہ) کا مسئلہ (کسی صاحب کی طرف سے) پیش ہوا کہ اس میں بہت اسراف ہوتا ہے۔ اس کے مصارف گھٹا کر دوسرے وجوہِ خیر میں صرف کئے جائیں۔ حریر و ذہب (ریشم اور سونا) وغیرہ کا استعمال بالاتفاق حرام ہے۔ اس پر محمد علی جوہر اور عبداللہ شیبی نے سختی سے مخالفت کی۔

پھر میں نے کہا کہ اس میں علماء نے بہت کچھ کلام کیا ہے۔ حافظ ابن حجر نے فتح الباری میں دو ورق کے قریب اس پر لکھے ہیں۔ تاریخی بحثیں کی ہیں کہ سب سے پہلے کعبہ پر غلاف کس نے ڈالا اور کس چیز کا ڈالا گیا۔ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ اولاً دیباج و حریر کا غلاف حضرت عباس بن عبدالمطلب کی والدہ نے ڈالا اور بھی اقوال ہیں جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کے عہد میں دیباج و حریر کا غلاف تھا۔ پھر اس میں تکلفات ہوتے رہے۔ علماء نے کسی وقت نہیں کیا۔ بلکہ جن لوگوں نے اس کا زیادہ اہتمام کیا ان کو علماء نے دعائیں دیں۔ کما فی الفتح

کعبہ کا حکم دوسرے تمام بیوت اور مساجد سے مستثنیٰ ہے۔ اس پر علماء کا اتفاق ہے اس کو بدعت یا منکر قرار دینا صحیح نہیں۔

ڈائری ص ۵۸-۶۱ - تجلیات عثمانی ص ۳۷۹

جزیرۃ العرب کی تطہیر کا مسئلہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک اہم وصیت تھی کہ جزیرۃ العرب میں یہود اور نصاریٰ نہ رہیں۔ ان کو اس خطہ سے باہر کر دیا جائے تاکہ یہ جزیرہ جو دین حق کا مرکز ہے ان کے اثرات۔ سازشوں اور جنگ جدال سے محفوظ رہے۔ یہ وصیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مرضِ وفات میں فرمائی تھی۔ چنانچہ خلافت راشدہ کے دور میں اس وصیت پر پورا پورا عمل ہوا۔ اور اس کے بعد مسلسل یہی نوعیت رہی۔ لیکن پہلی جنگ عظیم ۱۹۱۴-۱۸ء کے دوران جب شریف مکہ نے انگریزوں کی مدد اور سازش سے سلطنت عثمانیہ ترکی کے خلاف بغاوت اور غداری کر کے حجاز مقدس پر تسلط حاصل کر لیا تو انگریزوں کے اثرات وہاں پوری طرح قائم ہو گئے۔

پھر جب ۱۹۲۴-۲۵ء میں سلطان ابن سعود نے شریف حسین کو شکست دے کر حجاز پاک پر تسلط و اقتدار حاصل کیا تو انگریزی اثرات کے لحاظ سے وہی حال تھا۔

خصوصیت کے ساتھ ہندوستان کے دونوں وفود وفد خلافت اور وفد جمعیۃ العلماء کی یہ شدید خواہش اور کوشش تھی کہ موتمر میں اس مسئلہ تطہیر جزیرۃ العرب کے بارے میں بھی واضح پالیسی کا اعلان کیا جائے۔ چنانچہ "لجنۃ الاقتراحات"

میں یہ مسئلہ زیر بحث آیا اور حضرت مولانا عثمانی نے اس موضوع پر بھی تقریر فرمائی۔ اس سلسلہ میں مولانا اپنی ڈائری میں تحریر فرماتے ہیں:۔

۱۵ ذی الحجہ کو "لجنۃ الاقتراحات" میں بڑی ردوکد کے بعد جزیرۃ العرب کی تجویز پیش ہوئی۔ اس کی مخالفت رئیس وفد روسیہ نے طویل تقریر کی اس میں زیادہ زور اس پر تھا کہ ریزولیوشن کا نتیجہ حکومت حجازیہ اور موتمر کے حق میں برا ہوگا۔ یہ اعلان کرکے تمام دول اجنبیہ (غیر اسلامی سلطنتوں) کو تشویش اور ہیجان میں ڈالنا ہے۔ ہمیں حکمت اور تدبیر کے ساتھ قدم اٹھانا چاہئے۔ ایسا کام نہ کریں جس سے یہ حکومت حدیثہ حجازیہ (حجاز کی نئی حکومت) جو چنداں قوی نہیں ہے فنا ہوجائے۔ وصیت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا کسی کو انکار نہیں۔ مگر دیکھنا یہ ہے کہ اس وقت اس اعلان کا موقع بھی ہے؟ اس کے نتائج کیا ہوں گے؟ یورپ موتمر اور اس نئی حکومت کی طرف تاک رہا ہے۔ ہم اس کو فوراً مشتعل نہ کریں باقی جو مقصد تجویز کا ہے وہ سب مسلمانوں کے دلوں اور سینوں میں ہے۔ دیکھئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیبیہ میں کس طرح صلح اور معاہدہ کیا۔ کیا اس میں ہمارے لئے اسوہ نہیں ہے"

لجنۃ الاقتراحات میں تطہیر جزیرۃ العرب کے مسئلہ سے متعلق تجویز کے بارہ میں روسی وفد کے سربراہ کی تقریر کا مندرجہ بالا حاصل اپنی ڈائری میں درج کرنے کے بعد حضرت مولانا عثمانی نے اس موضوع سے متعلق اپنی تقریر کا مضمون حوالہ قلم فرمایا ہے۔

<u>تطہیر جزیرۃ العرب کے مسئلہ سے متعلق حضرت مولانا عثمانی کی تقریر</u> میں نے کہا کہ وصیت کے ثبوت سے کسی کو انکار نہیں۔ صحیح حدیث میں مذکور ہے اور مقترح نے (تجویز پیش کرنے والے صاحب) نے اسی وصیت پر اپنے اقتراح (تجویز وریزولیوشن) کی بنیاد رکھی ہے۔ آپ سب اس کی ضرورت واہمیت کو تسلیم کرتے ہیں اور اعتراف کرتے ہیں کہ یہ ہر مسلمان کا عزیز ترین مقصد اور محبوب ترین تمنا ہے۔ لیکن آپ کہتے ہیں کہ حکومت حجاز کے لئے اس میں خطرہ ہے۔ وہ اپنے کو اس طرح کے خطرات میں کیسے ڈال سکتی ہے۔ نہ ہم اس کو ایسا مشورہ دے سکتے ہیں۔ میں کہتا ہوں کہ آپ حکومت کی طرف سے ایک ایسی چیز (اور ایسا عذر) پیش کرتے ہیں جس کو خود حکومت پیش نہیں کرتی نہ غالباً وہ ہماری اس مصلحت اندیشی سے راضی ہوگی۔ ہمارے سامنے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دو وصیتیں ہیں۔ جو اس دنیوی حیات کے آخری لمحات میں آپ نے ساتھ ساتھ فرمائی ہیں:۔

۱۔ اخرجوا الیہود والنصاری من جزیرۃ العرب — یہود ونصاریٰ کو جزیرۃ العرب میں نہ رہنے دیا جائے

۲۔ لعن اللہ الیہود والنصاری اتخذوا قبور انبیاءھم — یہود ونصاریٰ پر اللہ کی لعنت ہو کہ انہوں نے اپنے

مساجد بجذ بھم ما صنعوا نبیوں کی قبروں کو سجدہ گاہ بنا لیا۔

یہ دونوں وصیتیں آپ نے ساتھ ساتھ فرمائیں۔ فرق اتنا ہے کہ پہلی وصیت بصیغۂ امر ہے اور دوسری تحذیر (یعنی تنبیہہ اور دھمکی) کے پیرایہ میں ہے۔ اب آپ دیکھئے کہ حکومت حجاز نے دوسری وصیت کے نفاذ اور اجراء میں جو قبور سے متعلق تھی کس قدر اہتمام اور مسارعت (تیز رفتاری) سے کام لیا۔ نہ عالم اسلامی سے مشورہ کیا نہ ان کے اجتماع کا انتظار کیا۔ نہ علماء و فضلاء سے مبادلۂ خیالات کی ضرورت سمجھی۔ نہ اس کی قطعاً پرواہ کی کہ مسلمانوں میں اس فعل سے بجا یا بے جا طور پر کیسی تشویش اور ہیجان ہوگا۔ کتنی بڑی تعداد مسلمانوں کی اس عمل سے متوحش اور نفور ہوگی۔ حکومت نے کہا کہ ہم کتاب و سنت سے تمسک کرتے ہیں۔ جب سنت صحیحہ ہمارے سامنے ہے پھر ہم کو کسی کا خوف نہیں۔ دنیا راضی ہو یا ناراض۔ کوئی ہمارا ساتھ دے یا نہ دے ہم کو کچھ سروکار نہیں کا ننا ماکان (خواہ انجام کچھ بھی ہو) ایسی حکومت جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک وصیت کے نفاذ میں کسی طرح کی مصلحت اندیشی اور اسلامی جماعتوں کی خوشی یا ناخوشی کی کوئی پرواہ نہیں کی۔ میں خیال نہیں کرتا کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دوسری وصیت کے صرف اعلان کرنے میں کفار کی تشویش اور اضطراب کی پرواہ کرے گی۔ ہم حکومت کی طرف سے اس خوف کو کیوں منسوب کرتے ہیں جسے خود حکومت اپنی طرف منسوب کرنا پسند نہیں کرتی۔

میری غرض یہ ہے کہ موتمر کو یا حکومت حجاز کو جب کہ اس کا تعلق تمام عالم اسلام سے ہے ہر ہر کام میں تأنی (آہستہ روی) اور تدبیر و مصلحت اندیشی سے کام کرنا چاہئے۔ ہم کو یہ مناسب نہیں کہ ہم ایک برائی کے دفع کرنے میں اس سے بھی بڑی برائی پیدا کریں۔ میرے نزدیک ریزولیوشن کے اعلان میں کوئی ضرر نہیں (ریزولیوشن کے الفاظ میں توسط اور تعدیل میں مضائقہ نہیں۔ لیکن اس ریزولیوشن سے بڑا فائدہ یہ ہے کہ ایک مرتبہ تمام دنیا آگاہ ہو جائے کہ مسلمانانِ عالم باوجود اپنے غایت تفرق و تشتت احوال کے اور باوجود سخت اختلاف اجیال و اقوام کے پھر بھی ایک متفقہ نصب العین رکھتے ہیں اور جزیرۃ العرب خصوصاً حجاز کی حفاظت و صیانت ہے۔ ایک ایسا مقصد ہے جو حاکم و محکوم۔ ضعیف و قوی مستقل اور غیر مستقل۔ آزاد اور غلام ہر مسلمان کا مطمح نظر ہے جو ان کے سینوں اور دلوں میں نقش فی الحجر ہے جس کے لئے وہ اپنے تمام وسائل اور اپنی ہر چیز قربان کرنے کو تیار ہیں۔

دوسری بات یہ ہے کہ (اس) حکومت حجازیہ کے متعلق بہت سے لوگ ظنوں اور اوہام میں مبتلا ہیں جن پر ہم ہندوستان میں مطلع ہو چکے ہیں (یعنی انگریزوں سے تعلقات رکھنے کی نسبت افواہیں ہیں) اس ریزولیوشن سے مسلمانوں کے قلوب حکومتِ حجاز کی طرف سے مطمئن ہو جائیں گے۔ اور ان کو شفا م

صدور حاصل ہوگی۔

صلح حدیبیہ کی سنت (اور اس کے سلسلہ میں حضور کے طرزِ عمل) کا جو حوالہ دیا گیا ہے اسے میں مانتا ہوں لیکن میں ایک دوسری سنت بھی یاد دلاتا ہوں کہ اس وقت جس سے بڑھ کر اسلام کے حق میں سختی اور مصیبت کا کوئی وقت نہ تھا اور جب کہ صرف معدودے چند نفوس آپ کے ساتھ تھے۔ اسی بلد اللہ الحرام (مکہ معظمہ) میں جہاں ہم اور آپ مجتمع ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو لوگوں نے اعلانِ حق اور دعوتِ الٰہیہ سے روکنا چاہا۔ لیکن آپ نے فرمایا کہ اُس خدا کی قسم جس کے قبضہ میں محمدؐ کی جان ہے اگر وہ لوگ آسمان سے اتار کر سورج کو میری ایک مٹھی میں اور چاند کو دوسری مٹھی میں رکھدیں تب بھی محمد اس چیز سے ہٹنے والا نہیں ہے۔ جس کے لئے اس کے پروردگار نے اسے بھیجا ہے —— پس میں کہتا ہوں کہ مقترح (ریزولیوشن پیش کرنے والے صاحب) کی تجویز دونوں سنتوں پر مشتمل ہے۔ پہلے جز میں اعلانِ حق کیا جاتا ہے جس میں کوئی پروا نہیں کہ کون اس سے خوش اور کون ناخوش ہوگا۔ اور تجویز کے دوسرے جز میں سنتِ حدیبیہ کی رعایت ہے۔ کہ ہم کوئی اعلانِ جنگ نہیں کر رہے ہیں بلکہ جزیرۃ العرب کو ایک سلمی صلحی اور حیادی (پرسکون) رکھنا چاہتے ہیں اور یہی ہماری کوشش ہے۔

ھذا ما کنت ارید التکلم بہ والامر بید اللہ سبحانہ وتعالیٰ (یعنی وہ یہ ہے جو میں آپ حضرات کے سامنے پیش کرنا چاہتا تھا۔ میں نے پیش کر دیا۔ اور فیصلہ تو اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ ہی کے ہاتھ میں ہے)

(خود نوشت ڈائری ص ۴۱ تا ۵۰۔ تجلیات عثمانی ص ۴۰۰ تا ۴۰۷)

جیساکہ پہلے بھی عرض کیا جا چکا ہے۔ مولانا نے اپنی عربی تقریر کا یہ حاصل ڈائری میں بطور یادداشت قلم بند فرمایا ہے جزیرۃ العرب کی تطہیر کے مسئلہ سے متعلق مولانا کی یہ تقریر کسی توضیح وتشریح کی محتاج نہیں ہے۔ البتہ اس کی اہمیت اور اسپرٹ کو وہی لوگ محسوس کر سکتے ہیں جنہوں نے ہندوستان کی تحریکِ خلافت کا زمانہ پایا تھا۔ اس زمانے میں خاص کر ہندوستانی مسلمانوں کے دلوں پر جزیرۃ العرب کی تطہیر اور خلافت اسلامیہ کا مسئلہ ہی چھایا ہوا تھا۔ اب تو یہ سب تاریخی واقعات ہو کر رہ گئے ہیں۔ (الفرقان)

بقیہ ص ۴۸

۳۔ فقہائے ہند۔ محمد اسحاق بھٹی۔
۴۔ تاریخ بخارا۔ ارمینس ویمبرے (مترجم نفیس الدین احمد)
۵۔ منتخب التواریخ۔ ملا عبد القادر بدایونی
۶۔ دربارِ اکبری۔ مولانا محمد حسین آزاد۔
۷۔ عربی ادبیات میں پاک وہند کا حصہ۔ ڈاکٹر زبیر احمد مترجم شاہد حسین رزاقی۔
۸۔ اردو دائرہ معارفِ اسلامیہ جلد ۱۱۔ ۱۲
۹۔ Mohammadan Dynasties لین پول
۱۰۔ الفوائد البہیہ فی تراجم الحنفیہ۔ مولانا محمد عبد الحی الفرنگی محلی الکنوی۔
۱۱۔ کشف الظنون۔ حاجی خلیفہ چلپی۔
۱۲۔ تکملہ تاریخ ادب عربی جلد ثانی۔ بروکلمان
۱۳۔ لباب المعارف العلمیہ۔ مولانا عبد الرحیم صاحب

پاکستان کی اقتصادی ترقی میں
قدم بہ قدم شریک

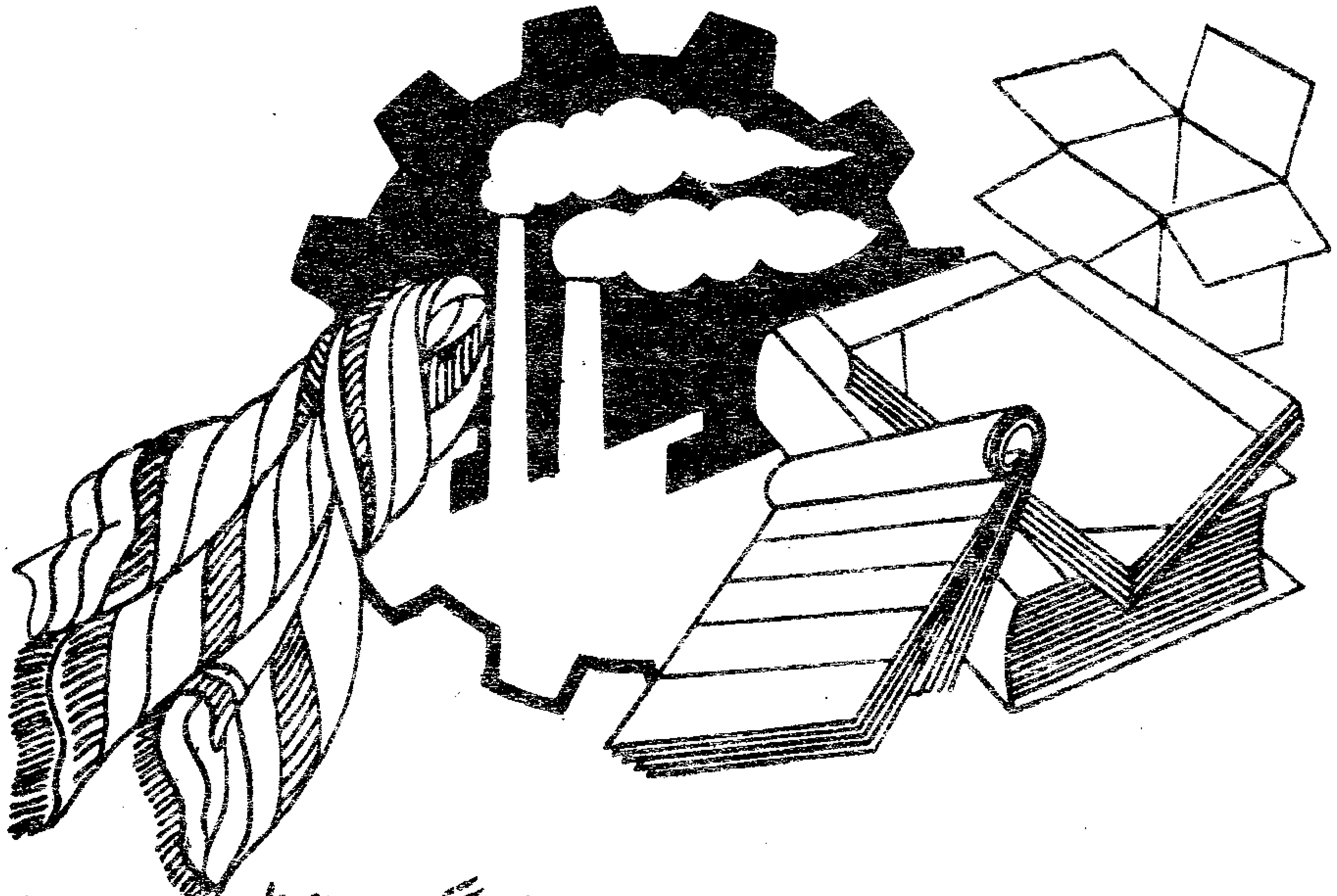

آدمجی کے کاغذ۔ بورڈ اور بلیچنگ پاؤڈر

adamjee

آدمجی پیپر اینڈ بورڈ ملز لمیٹڈ

آدمجی ہاؤس۔ پی۔ او بکس ۴۳۳۲ - آئی۔ آئی چندریگر روڈ۔ کراچی ۲

NATIONAL 45 K